گھر کی جنت اور اسوۂ رسولؐ
نیز گھر تباہ کرنے والی بعض معاشرتی برائیوں کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ رجنوری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ انشاء اللہ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو آئندہ جمعہ پر بعض معاشرتی خرابیوں کا ذکر کروں گا جو گھروں کی جنت کو تباہ کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اور وہ مقاصد جن کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے ان مقاصد کے بالکل برعکس نتائج پیدا کر دیتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ بہت سے لوگ ان خرابیوں کی وجہ سے دکھ اٹھاتے ہیں، وہ بھی دکھ اٹھاتے ہیں جو ان خرابیوں کا موجب ہوتے ہیں اور وہ بھی دکھ اٹھاتے ہیں جو ان خرابیوں کا نشانہ بنائے جاتے ہیں اور معاشرتی خرابیاں ایسی نہیں ہوا کرتیں کہ صرف یک طرفہ دکھ پہنچائیں، پھر بھی دکھ پہنچانے والے بھی باز نہیں آتے اور جن کو دکھ پہنچایا جا رہا ہوتا ہے، بسا اوقات وہ بھی اسی قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن کے نتیجہ میں معاشرہ مزید بدزیب اور بدصورت اور مکروہ اور کڑوا ہو جاتا ہے۔

اس ذکر کے نتیجہ میں کچھ دوستوں نے خیال آرائی شروع کی۔ بعض ذکر مجھ تک بھی پہنچے اور عموماً جو میں نے اندازہ لگایا ہے اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ بعض ساسیں یہ انتظار کر رہی ہیں کہ ہم جو بہوؤں کے خلاف جو شکایتیں کیا کرتی تھیں تو اگلے خطبہ میں بہوؤں کی شامت آئے گی اور بعض بہوئیں یہ امید لگائے بیٹھیں ہیں کہ ہم نے جو ساسوں کے خلاف چٹھیوں کی بھرمار کی ہوئی تھی تو اگلے

خطبہ میں ساسیں پکڑی جائیں گی۔ بعض بیویاں خاوندوں کی شامت کا تماشا دیکھنے کا انتظار کر رہی ہیں بعض خاوند بیویوں کا تماشا دیکھنے کے منتظر بیٹھے ہیں، بعض بچے ہیں جنہوں نے والدین کی بدخوئی کی شکایت کی ہوئی ہے، وہ یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ اس دفعہ والدین پکڑے جائیں گے اور بعض والدین ہیں جو رونا روتے ہیں اپنے بچوں کی بے راہ روی کا، ان کی بدخلقی کا، ان کی بے دینی کا، ان کے دل میں یقین ہے کہ آج ایسے بچوں کا ذکر کیا جائے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خطبہ کسی کے بھی خلاف نہیں نہ ساسوں کے خلاف ہے نہ بہوؤں کے خلاف ہے نہ بیویوں کے خلاف ہے، نہ خاوندوں کے خلاف ہے، نہ بچوں کے، نہ والدین کے بلکہ محض ان برائیوں کے خلاف ہے جو جس طبقے میں بھی رونما ہوں اس طبقہ کو مجرم بنا دیتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں معاشرے میں نفرتوں کی کُس کُھلنے لگتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن کو یہ سبق ہی نہیں دیا گیا کہ انسان سے نفرت کرے۔ برائیوں سے نفرت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لئے جب مثال کے طور پر کہیں ساس کا نام لیا جائے یا خاوند کا یا بیوی کا یا بہو کا یا بچوں کا یا ماں باپ کا تو اس سے ہرگز یہ مراد نہ لی جائے کہ کسی ایک خاص طبقہ کو مطعون کیا جا رہا ہے۔ یہ تو سب برتن ہیں ان برتنوں میں جہاں جہاں حسن جھلکے گا یہ برتن خوبصورت دکھائی دینے لگیں گے اور جہاں جہاں بدی جلوہ نمائی کرے گی وہاں یہ بدصورت اور بدزیب دکھائی دینے لگیں گے۔ اس لئے ان کا ذکر محض تمثیلاً ہوگا کسی ایک طبقے کے خلاف کوئی بات نہیں۔ اصولاً قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کا عمل ہمیں جو تعلیم دیتا ہے وہی تعلیم ہے جو اس خطبہ کا محرک ہے۔

حقیقت یہ ہے سب برائیوں کی جڑ سنت نبویؐ سے گریز ہے اور جب میں سنت نبویؐ کہتا ہوں تو مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی عملی صورت سے گریز ہے۔ بسا اوقات ایک انسان قرآن کریم کے خلاف بغاوت نہیں کرتا اور بظاہر یہ یقین رکھتا ہے کہ میں سارے قرآن پر ایمان لاتا ہوں کیونکہ وہ لفظوں میں تعلیم ہے اور لفظوں میں تعلیم خواہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو جب تک عمل میں نہ ڈھلے اس کی سختی پوری طرح محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے قرآن کریم کے خلاف بغاوت نہ کرتے ہوئے بھی سنت کو اختیار کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ قرآن کریم کے لفظ جب عمل میں ڈھلتے ہیں تو اسی کا نام سنت محمد مصطفیٰ ﷺ بن جاتا ہے اس لئے قرآن کو عمل میں ڈھالنا یہ ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور سنت کی پیروی بظاہر ثانوی درجہ رکھتی ہے لیکن اس پہلو سے اوّلیت اختیار کر جاتی ہے کہ قرآن کی لفظی

پیروی کے مقابل پر سنت کی عملی پیروی بہت ہی زیادہ مشکل کام ہے۔ تو معاشرہ میں بھی جتنی خرابیاں ہیں ان میں سے ہر ایک کی تان اسی بات پر جا کے ٹوٹے گی کہ سنت نبویؐ سے گریز کیا گیا ہے اور بعض قسم کے اعمال میں مبتلا ہوتے ہوئے یہ سوچا ہی نہیں گیا کہ اگر آنحضرت ﷺ اس صورت حال میں ہوتے تو ان کا کیا ردعمل ہوتا؟ آپؐ نے کیا نمونہ دکھانا تھا؟ اور وہ نمونہ اتنا واضح ہے اتنا کھلا کھلا ہے اس میں کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں اور ہر مسلمان کے لئے یہ آسان ہے کہ اس نمونے پر نظر ڈالے، اس کا تصور کرے اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے لگے۔ جتنے جھگڑے قضاؤں میں جارہے ہیں اگر چہ سارے جھگڑے قضاؤں میں نہیں جارہے مگر جتنے بھی قضاؤں میں جھگڑے جارہے ہیں ان میں سے ہر جھگڑے کا تجزیہ یہی ہوگا کہ فریقین میں سے دونوں کسی نہ کسی پہلو سے سنت سے گریز کر رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے عائلی خرابیوں سے بچنے کے لئے سب سے بنیادی تعلیم یہ بیان فرمائی اور جس پر عمل کر کے دکھایا کہ اپنے خلق کی حفاظت کرو، حسن خلق اختیار کرو، اگر تمہارا اخلق عموماً حسین ہے، نرم ہے، گفتگو کا سلیقہ جانتے ہو اور وہ بنیادی صفات تم میں پائی جاتی ہیں جس سے انسانیت حسین بنتی ہے تو اس کے نتیجہ میں اکثر مواقع خرابیوں کے پیدا ہی نہیں ہونگے کیونکہ جب دونوں طرف معاملہ کرنے والے حسن خلق کی زینت سے آراستہ ہوں، اچھے اخلاق رکھتے ہوں تو بہت سے ایسے مواقع پیدا ہی نہیں ہوتے جن کے نتیجہ میں بعض دفعہ بڑے بڑے فساد پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک بات ایک انسان سختی کی کہہ دیتا ہے اگر دوسری طرف کوئی سخت روانسان ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ سخت بات مقابل پر کہتا ہے اور چھوٹی سی بات بڑھتے بڑھتے بعض دفعہ قتل وخون پر منتج ہو جایا کرتی ہے۔ یعنی ایسی ایسی باتوں پر قتل ہوتے دیکھتے ہیں۔ رمضان شریف میں دو آنے کے پکوڑے خریدنے کے اوپر پر ایسی گفتگو چل پڑی کہ تیرے پکوڑے خراب ہوتے ہیں، اس نے کہا تو ایسا ہے، تیرا منہ خراب ہے، تیری ذات خراب ہے، رفتہ رفتہ ایک دوسرے کو جواب دیتے دیتے یہاں تک بات پہنچ گئی کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اور اس طرح رمضان کا روزہ ٹوٹا ایک شخص کا۔ حیرت ہوتی ہے رمضان کے مہینہ میں خصوصاً جب میں اخبارات میں جرائم کے واقعات پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح جب انسان بنیادی طور پر بد خلق ہو تو رمضان کا مبارک مہینہ بھی اس کو فتنہ وفساد سے بچا نہیں سکتا۔

آنحضرت ﷺ حسن خلق پر بہت ہی زور دیا کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ نے اس کو اہل وعیال کے ساتھ سلوک کے ساتھ باندھ کر بیان فرمایا۔چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا:۔ان من اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله (سنن ترمذی کتاب الایمان حدیث نمبر:۲۵۳۷) کہ تم میں سے سب سے کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو خلق میں سب سے زیادہ حسین ہو۔و الطفهم با هله اور اپنے اہل وعیال پر بہت ہی زیادہ لطف وکرم کرنے والا ہو۔یہ اگر صفت مردوں میں پیدا ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم نوے فیصد فساد کے محرکات اور گھروں کی زندگی کے تباہ ہونے کے محرکات ختم ہو جاتے ہیں۔مرد کی بدخوئی بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے،عورت کی بدخوئی بھی بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے لیکن بالعموم مرد کی بدخوئی کے نتیجہ میں عورتیں بھی بدخو ہونے لگ جاتی ہیں اور بنیادی طور پر مرد قوّام ہے اس لئے مرد نے عورت کو اخلاق سکھانے ہیں۔جیسا کہ میں آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ پڑھوں گا۔آپ نے اسی بات پر زور دیا ہے کہ اگر عورتوں میں تم حسن خلق پیدا کرنا چاہتے ہو تو اول ذمہ داری مردوں پر ہے کہ وہ حسین اخلاق کا مظاہرہ کریں تا کہ اس کے نتیجہ میں عورتیں بھی وہ خلق کے نمونے پکڑیں اور اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ معاشرہ حسین ہونے لگ جائے۔ایک اور حدیث میں ذکر ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

خیر کم خیر کم لا هله وانا خیر کم لاهلی واذا مات صاحبکم فدعوه (سنن ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر:۳۸۳۰) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بہترین ہے اور میں تم سے اپنے اہل کے لئے بہترین ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ بیویوں کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا نہ کہو، گھر کے سوا کہیں اور اس سے قطع تعلق نہ کرو۔(سنن ابی داؤد کتاب النکاح حدیث نمبر:۱۸۳۰) جہاں مارنے کا ذکر ہے اس سلسلے میں مَیں آئندہ الگ بات کروں گا۔اس موقع پر یہ حدیث میں نے اس لئے اختیار کی ہے کہ اس میں آخری فقرہ بہت ہی زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔یہ تو آپ نے بسا اوقات سنا ہے کہ جیسا خود کرو ویسا ہی دوسرے سے بھی کرو حسن سلوک میں بھی، ہر معاملہ میں یعنی صرف بیویوں سے نہیں بلکہ دوستوں سے

بھی، غیروں سے بھی انسان جیسا چاہتا ہے اپنے لئے ویسا ہی اس کے لئے بھی کرے۔ اسلام کی تعلیم یہاں تک سکھاتی ہے کہ جو خود کھاؤ وہ غلام کو بھی کھلاؤ جو خود پہنو وہ غلام کو بھی پہناؤ۔

اس لئے بیوی سے حسن خلق کے معاملہ میں یہ بات تو ایک روزمرہ کی بات ہے لیکن یہ فقرہ ایک بہت غیر معمولی فقرہ ہے جس پر توجہ کی ضرورت ہے کہ اگر تم اس سے قطع تعلق کرو تو گھر میں کرو باہر نہ کرو۔ اس میں عورت کی عزت و شرف کے قیام کے لئے ایک بہت ہی اہم تعلیم دی گئی ہے۔ بعض دفعہ مرد اپنی بیویوں کی بے عزتی لوگوں کے سامنے کرتے ہیں، رشتے داروں کے سامنے یا غیروں کے سامنے اور وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم نے ہمیں اجازت دی ہے کہ ان سے سختی کرو۔ قرآن کریم کو آنحضرت ﷺ سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔ آنحضرت ﷺ بخوبی جانتے تھے کیونکہ آپؐ پر ہی یہ کلام نازل ہوا ہے کہ بعض صورتوں میں قرآن کریم عورتوں سے عدم تعلقی کی بھی اجازت دیتا ہے جیسے سوشل بائیکاٹ ہوتا ہے مگر حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے بھی تم اس قطع تعلقی کو ظاہر کر دو۔ جب گھر میں کوئی آیا ہو یا کوئی غیر موجود ہو یا باہر نکل کر لوگوں کے گھر جاتے ہو اس وقت لوگوں پر نہ یہ ظاہر ہونے دیا کرو کہ تمہارے اندر کوئی ناچاقی ہے اور تم اپنی بیوی سے ناراض ہو۔ اور بہت سی معاشرتی خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ عورت کو مرد سے شکایت پیدا ہوتی ہے اور مرد کو عورت سے کہ جو کچھ تم نے ہمیں کہنا تھا علیحدگی میں کہہ لیتے، لوگوں کے سامنے کہنے کی کیا ضرورت تھی اور جب تم نے لوگوں کے سامنے کہا تو ہم جواب بھی لوگوں کے سامنے دیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی بڑی باتوں پر منتج ہونے لگتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں بسا اوقات طلاقیں ہو جاتی ہیں، فتنہ و فساد پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کے بارے میں آپ کی تعلیم ہے کہ ''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں'' یعنی یہ خیال کہ ہاتھ اٹھانے کی کھلی اجازت ہے نعوذ باللہ مردوں کو چھوٹی سی بات پہ اس کو نشوز کہہ دیا، بغاوت کہہ دیا اور ہاتھ اٹھانے لگ گئے کہ قرآن کریم ہمیں اجازت دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے۔

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی

چاہئیں ۔ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے، اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۰۷)

ایک دفعہ ایک دوست کی شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے تو آپ نے فرمایا’’ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے‘‘

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں’’عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی ۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرہ:۲۲۹) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں ۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں‘‘ ۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ:۳۰۰)

آنحضرت ﷺ کا گھر میں اپنی ازواج مطہرات سے جو سلوک تھا اس کی تفصیل بیان کرنے کے لئے تو ایک سے زیادہ خطبے درکار ہیں اور کئی تقاریر کا مضمون بن سکتا ہے کیونکہ بکثرت آنحضرت ﷺ کی ازدواجی زندگی کی تصویریں احادیث میں موجود ہیں ۔ کیا کرتے تھے روزانہ، کس طرح کا سلوک تھا۔ اٹھتے بیٹھتے ،سوتے جاگتے ،کھاتے پیتے ، ناراضگیوں کے وقت ، صلح کے وقت ، اظہار محبت کے وقت ، اظہار ناراضگی کے وقت ، ہر قسم کے حالات میں صبح سے شام تک تمام آنحضرت ﷺ کے اندرونی گھریلو واقعات احادیث نبوی میں محفوظ ہیں اور امت کی تعلیم کی خاطر امہات المؤمنین نے شب باشی کے واقعات بھی اس حد تک بیان فرمائے جس حد تک مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ضروری ہیں ۔ تو بہت ہی وسیع مضمون ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ساری زندگی حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ بھی ازواج مطہرات میں سے کسی کو نہیں مارا اور امر واقعہ یہ ہے کہ ازواج

مطہرات سے بارہا ایسی باتیں بھی سرزد ہوئیں جن کے نتیجہ میں شدید ناراضگی کا مورد بھی بنیں بعض اوقات ایسی باتیں بھی سرزد ہوئیں جن کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کی بجائے کوئی اور مرد ہوتا تو گھر میں کئی قسم کے فتنے پھوٹ پڑتے کئی قسم کی ایسی باتیں چل نکلتی جن کے نتیجہ میں آپس میں میاں بیوی کے طور پر رہنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا تھا۔لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہایت ہی صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو والدین کی ناراضگیوں اوران کی مار سے بچایا۔یعنی بجائے اس کے کہ آپ ماریں جلدی کریں۔میں نے جیسا کہ بیان کیا ہے ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی آنحضرت ﷺ نے کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا، ازواج مطہرات میں سے کسی کو ایک ادنیٰ سی ضرب بھی نہیں لگائی۔صرف یہی نہیں بلکہ والدین سے بھی بچایا۔

چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کچھ خفگی آپس میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ بلند آواز سے آنحضور ﷺ کے مقابل پر بولنے لگیں۔اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں داخل ہوئے اور برداشت نہیں ہوا۔اتنی شدید محبت تھی آنحضرت ﷺ سے کہ آپؐ کی موجودگی میں حضرت عائشہ پر ہاتھ اٹھانے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے پکڑ کر ہاتھ روکا اور فرمایا کہ نہیں ابوبکر یہ نہیں ہوگا۔حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر سے باہر چلے گئے اور پھر کافی دن تک اس گھر میں دوبارہ نہیں آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پھر بھی ناراض رہے۔ظاہر بات ہے کہ اپنی بیٹی سے ناراضگی کا موجب ضرور کچھ ایسی بات ہوئی ہوگی جس سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ آنحضرت ﷺ کی گویا گستاخی ہورہی ہے۔بہرحال لمبا عرصہ انقطاع کیا اور ایک دفعہ گھر میں دوبارہ داخل ہوئے تو آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت ہی محبت کی حالت میں گفتگو فرمارہے تھے ایک دوسرے سے، بہت پیار کا ماحول تھا تو حضرت ابوبکر صدیق کو وہ واقعہ یاد تھا اس لئے جس طرح نکلے تھے اس سے احسن رنگ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ اچھا جس طرح مجھے اپنی ناراضگی میں تم لوگوں نے شریک کرلیا تھا اب مجھے اپنی صلح میں بھی تو شریک کرلو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب حدیث نمبر: ۴۳۴۷)

تمہاری ناراضگی کے وقت میں داخل ہوا تھا اور ناراض ہو کر چلا گیا تھا اب صلح کے ماحول میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اس لئے صلح کے ماحول میں بھی شامل کر لو مجھے اپنے ساتھ۔

کیسے سادہ سادہ پیارے پیارے واقعات ہیں لیکن بڑی گہرائی ہے ان میں۔ دیکھنے میں بظاہر سادہ ہیں لیکن اگر آپ ان کے اندر غوطہ لگائیں، غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے خلق ان کے پس منظر میں ہیں۔ ان اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے بغیر ایسی تصویریں بن نہیں سکتیں۔

روزمرہ کی زندگی میں عورتیں بیمار بھی ہو جاتی ہیں بعض دفعہ کہتی ہیں کہ مجھے سر درد ہو رہی ہے مرد آگے سے جواب دیتا ہے کہ اچھا جاؤ جہنم میں یا اور سختی کر دیتا ہے یا غیر معمولی نرمی اختیار کر دیتا ہے اور بیماری کو غیر معمولی اہمیت دے دیتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے۔ اور دونوں صورتوں میں معاشرہ خراب ہوتا ہے۔ خاوند اگر عورت کی بیماری پر توجہ نہ دے اور مناسب حسن سلوک نہ کرے تب بھی اور ضرورت سے زیادہ بڑھائے تب بھی معاشرہ ضرور تباہ ہو جاتا ہے۔ بعض گھروں میں آپ نے دیکھا ہوگا پرانے زمانے میں تو ایسے گھر بہت ملا کرتے تھے کہ بعض عورتوں کو بیمار رہنے کی عادت پڑ جاتی تھی صرف اس لئے کہ وہ سمجھتی تھیں کہ خاوند زیادہ دل کو لگاتا ہے اور زیادہ اہمیت دیتا ہے، ان کا شیوہ ہی بیماری بن جاتا تھا اور بعض گھروں میں خاوند کی موجودگی میں تو لازماً عورت بیمار بنی رہتی تھی جب خاوند چلا جاتا تھا تو پھر اٹھ کے دوڑنے پھرنے لگ جایا کرتی تھی۔ ساری زندگی خاوند بیچارے کی گزر جاتی تھی اپنی بیوی کی بیماریوں کے نخرے اٹھاتے ہوئے۔ اسکے برعکس بعض عورتوں کی بیماری کی خاوند کو پرواہ نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ موت کے کنارے تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ بیماری کی حالت میں ان سے شدت سے کام لینے، بیماری کی حالت میں ان پر بوجھ ڈالنے، بیماری کی حالت میں مہمان بلانے اور باہر کے معاشرہ میں اپنا چہرہ خوبصورت دکھانا اور گھر کے اندر ایسی بدصورتی کہ بیمار عورت پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے بعض عورتیں میرے علم میں ہیں کہ پیدائش کے بعد چالیس دن ابھی پورے نہیں گزرے، وضع حمل کے بعد اور جسم کچی حالت میں ہے۔ اس حالت میں ان سے بارشوں میں باہر چارپائیاں اٹھوائی جاتی، مہمان آئیں تو ان کی خدمت کروانا، اپنی بہنوں اور اپنے دوسرے عزیزوں کے کپڑے دھلوانا، اس طرح چکی میں پیسی جانے والی بعض عورتیں ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح کسی انسان کو یہ حوصلہ پڑتا ہے کہ اس قسم کے مظالم کرے۔ تو بیماریوں کو نظرانداز کر دینا یا بیماریوں

کو غیر معمولی اہمیت دینا یہ دونوں باتیں خرابی کا موجب بنتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے حسن خلق کی اگر ایک لفظ میں تعریف کی جائے تو وہ توازن ہے۔ اتنا حسین توازن تھا آپؐ کی ذات میں کہ ہر چیز اعتدال پر تھی۔ غیر معمولی محبت بھی نہیں تھی اور محبت جتنی ہونی چاہئے اس سے ایک ذرّہ بھی کم نہیں تھی۔ بنیادی اصولی باتوں میں آنحضور ﷺ محبت کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے تھے اور جہاں اپنی ذات کی تکلیف ہو وہاں بہت زیادہ برداشت کرلیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک واقعہ ہے کہ ایک موقع پر آپ نے آپ کی ایک اور زوجہ محترمہ کے متعلق جن کا قد چھوٹا تھا طعن کے طور پر اپنی چھنگلی دکھائی کہ وہ آپؐ کی بیگم جن کا قد اتنا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بہت محبت تھی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جہاں اصول تھے جہاں سچائیاں سامنے آتیں تھیں، وہاں محبتیں یوں قربان کر دیا کرتے تھے جیسے محبت کی اہمیت ہی کوئی نہیں۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو دریا میں ملا دیا جائے تو وہ دریا پر بھی غالب آجائے یعنی اس کی کڑواہٹ دریا کو بھی کڑوا کر دے۔ اس کا ایک ترجمہ دوسری روایت میں سمندر کا بھی بنتا ہے اگر سمندر میں یہ کلمہ ڈالا جائے تو سمندر کا مزاج بدل دے، اس کا رنگ بدل دے، اس کا ذائقہ بدل دے یعنی اس کو بھی کڑوا کر دے جو پہلے ہی کڑوا ہوتا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الادب حدیث نمبر:۴۲۳۲)

ایک اور موقع پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک ایسی بیوی کا بھیجا ہوا سالن گرا دیا جن کی باری نہیں تھی، حضرت عائشہ صدیقہ کی باری تھی کسی اور زوجہ جن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا آنحضرت ﷺ بہت ہی پسند فرمایا کرتے تھے انہوں نے محبت میں وہ کھانا بھیج دیا حضرت عائشہ کی باری کے دن اور حضرت عائشہ نے ہاتھ مار کے وہ برتن گرا دیا اور برتن ٹوٹ گیا۔ آنحضرت ﷺ کا عجیب سلوک ہے۔ حضرت عائشہ کے اس فعل کے اوپر جو آپ کا ردعمل ظاہر ہوتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیسی متوازن طبیعت تھی۔ اس صورت میں ناراض نہیں ہونا چاہتے تھے کہ جس کے نتیجہ میں گھر بھڑک اٹھے اور شکوے پیدا ہو جائیں دونوں طرف سے۔ اس صورت میں دبانا بھی نہیں چاہتے تھے اپنے جذبات کو کہ حضرت عائشہ سمجھیں کہ یہ بات بہت اچھی ہوگئی ٹھیک ہے، دوسری سوکنوں کے متعلق میں جو کچھ سلوک کروں گی آنحضرت ﷺ اسے برداشت کرلیا کریں گے اور یہ بھی جانتے تھے آنحضرت ﷺ

کہ عائشہ مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اگر میں اس بات کو اپنی ذات پر لے لوں، خود تکلیف اٹھاؤں تو اس کا بہت زیادہ گہرا اثر اس پر پڑے گا اور اصلاح کے لئے یہ سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔ پس آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کو یہ نہیں کہا کہ تم یہ برتن اکٹھے کرو، تم نیا برتن گھر سے لا کر دو، تم یہ کام کرو تم وہ کام کرو۔ آنحضرت ﷺ خود جھکے زمین پہ کھانا اپنے ہاتھوں سے اکٹھا کیا، اس برتن کے ٹکڑے اکٹھے کئے، ان کو جوڑا اور جوڑ کر اس میں کھانا ڈالا اور فرمایا کہ عائشہ یہ کھانا کھاؤ اور خود بھی وہ کھانا کھایا۔ حضرت عائشہ نے پھر ایک نیا برتن گھر سے نکال کر دیا کہ یا رسول اللہ ؐ یہ برتن ان کو بجھوا دیں اور آنحضرت ﷺ نے وہ ٹوٹا ہوا برتن خود جوڑ کر حضرت عائشہ کے سپرد کر دیا کہ یہ لو تم اپنے گھر رکھو اور نیا برتن لے کر ان بیگم کو بجھوا دیا۔

اب اس چھوٹے سے واقعہ کے اوپر آپ غور کریں تو روزمرہ کی زندگی میں بہت سے فساد ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ غصہ میں آ کر اس عورت کے خلاف ایک خاوند باتیں شروع کر دیتا ہے۔ منہ پر چپیڑ مار دیتا ہے بعض دفعہ گالیاں دینے لگ جاتا ہے تم بد خلق، تمہارے ماں باپ بھی بد خلق اور یہ اور وہ، سارے گھر والوں کے خلاف بولنا شروع کر دیتا ہے۔ بہر حال کوئی بھی غلط رد عمل ظاہر ہو وہ آگے بہت بڑے فساد پر منتج ہو سکتا ہے لیکن تحمل بردباری، حوصلے کے ساتھ اور عقل کامل کے ساتھ اگر انسان ایک معاملہ کرتا ہے تو اس سے اعلیٰ خلق پیدا ہوتا ہے۔

اعلیٰ خلق محض کوئی جذباتی نرمی کا نام نہیں ہے۔ محض جذباتی نرمی بعض لوگوں کو بیماریوں کے طور پر ملا کرتی ہے۔ بعض بوڑھے ہیں بچارے وہ ہر بات پہ رو پڑتے ہیں ان سے برداشت ہی نہیں ہوتا ہے، بعض لوگ ہیں جو ہنستے ہی رہتے ہیں ہر وقت لوگ کہتے ہیں کہ یہ بڑا حسین خلق والا آدمی ہے، بڑا خلیق ہے، بہت ہنستا ہے لیکن جہاں بھی ذرہ سی آزمائش ہوگی ایسا ہنسنے والا آدمی بعض دفعہ ایسا برا نمونہ دکھاتا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے۔

یہ بیماریاں ہیں تو خلق کا تعلق حکمت کاملہ سے ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کامل حکمت کی بات نہ ہو اور وہ اچھا خلق ہو۔ پس آنحضرت ﷺ کے متعلق جو قرآن کریم فرماتا ہے يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ:۳) اس میں حکمت کا تعلق خلق سے ہے اتنا ہر آپ کے فعل کے پیچھے حکمت کا سمندر موجزن ہوا کرتا تھا کہ کوئی ایک بھی فعل حضور اکرم ؐ کی زندگی کا ایسا نہیں کہ

جس کا تجزیہ کریں آپ تو اس نتیجے پر نہ پہنچیں کہ کامل عقل والے نے سوچ کر یہ نمونہ بنایا ہے معلوم ایسے ہی ہوتا ہے کہ سوچ کر بنایا ہے۔ لیکن جب ذہن صحیح راستوں پر چل پڑے، جب ذہن متقی ہو جائے، جب صحیح فیصلہ کے خلاف سوچ کسی اور طرف چل ہی نہ سکتی ہو تو پھر یہ خلق بن کر اعضاء میں اس طرح داخل ہو جاتی ہے بات کہ ہر بات سوچ کر پھر نہیں کی جاتی خود بخود ظاہر ہونے لگتی ہے آپ کو پس آنحضرت ﷺ کی زندگی حکمت کاملہ کا ایک معجزہ تھی اور ایسی حکمت کاملہ آپ کو عطا ہوئی تھی جو صرف دماغ میں نہیں رہتی تھی آپ کے اعضاء میں سرایت کر گئی تھی آپؐ کے ہر زندگی کے ردعمل میں داخل ہو چکی تھی اور اسی لئے آپ سے حسین ترین اخلاق رونما ہوئے۔

ایک موقعہ پر حضرت صفیہؓ جو یہودی سردار کی بیٹی تھیں اور آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں تھیں ان کو ایک دوسری بیوی نے یہ طعنہ دیا کہ یہودی کی بیٹی ہے اور اس طعنہ پر وہ بہت رو رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے جب یہ بات کی تو کیا ردعمل ظاہر ہوتا ہے دیکھئے! آپؐ نے فرمایا! کیا یہ کوئی رونے کی بات ہے تمہارا تو خاوند بھی نبی ہے اور تمہارا چچا بھی نبی اور تمہارا باپ بھی نبی مطلب یہ ہے کہ یہودی نسل میں یہودی آباؤ اجداد میں تو تم جن باپوں کی اولاد ہو وہ نبی تھے اور ایسے نبی تھے جن کے بھائی بھی نبی تھے، تو تمہارا باپ بھی نبی تمہارا چچا بھی نبی تمہارا خاوند بھی نبی، جس نے تمہیں طعنہ دیا ہے وہ بھی یہ کہہ سکتی ہے اپنے متعلق؟۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب حدیث نمبر:۳۸۲۹) کس طرح بات کو کس حسین رنگ میں الٹایا ہے اور ایک غائب بیوی کے خلاف اس سے باتیں بھی نہیں کیں اور حکمت کاملہ کس کو کہتے ہیں؟

پس یاد رکھیں کہ حسن کامل یعنی اخلاق کا حسن کامل، حکمت کاملہ کے نتیجہ میں رونما ہوتا ہے اور جتنا کوئی غبی اور بیوقوف ہوگا اتنا ہی زیادہ بد خلق ہوگا۔ سوچ کے نتیجہ میں بھی حسین اخلاق پیدا ہو سکتے ہیں اور سنت محمد مصطفی ﷺ میں جذب ہونے کے نتیجہ میں بھی خود بخود وہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ سوچ کے نتیجہ میں انسان غلطیاں کر سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کی سوچ کامل نہیں ہوا کرتی اس لئے سوچ کے نتیجہ میں، تدبر کے نتیجہ میں جو اخلاق پیدا ہوں گے ان کی ضمانت کوئی نہیں لیکن سنت کی پیروی کے نتیجہ میں جو اخلاق پیدا ہوتے ہیں ان کی کامل ضمانت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ تم میں محمد مصطفی ﷺ اسوہ حسنہ ہیں۔ پس جس کے اعمال کو خدا حسین قرار دے دے اللہ کی محبت کی اور رضا

کی آنکھ جس کے اعمال پر پڑتی ہو اس میں کسی غلطی کی ٹھوکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

پس آپ کے لئے ضرورت نہیں کہ مزید سوچیں سوچیں، مزید تدبر کریں، غور وفکر کریں کہ ہم کس طرح اپنے اخلاق کو حسین بنائیں۔ آپ کا تو صرف اتنا کام رہ گیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی سنت سے واقف ہوں اور اس سے محبت کریں اور اس محبت کی نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق کو اپنانے لگ جائیں اگر حسین سے محبت ہو جائے تو لازماً اس کا حسن محبت کرنے والے میں بھی سرایت کرنے لگتا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کی سنت سے آپ کو محبت ہو جائے تو اسکا لازم یہ نتیجہ نکلے گا کہ جن باتوں میں آپ کو سنت کا علم نہیں بھی ہوگا ان باتوں میں بھی آپ سے سنت والے اعمال رونما ہونے لگ جائیں گے۔ یہ ایک فطرتی نتیجہ ہے کُل سے محبت کرنے کا کہ جزء درست لگتے ہیں خواہ بعض اجزاء کا علم نہ بھی ہو۔

آنحضرت ﷺ جب خود بیمار ہوتے تھے تو اپنی بیگمات پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے تھے جب وہ بیمار ہوتی تھیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ گھر میں کاموں میں حصہ لیا کرتے تھے اپنے کپڑے خود سیا کرتے تھے، اپنی جوتیوں کو بھی بعض دفعہ خود پیوند لگایا کرتے تھے، روزمرہ کے کاموں میں اپنی بیویوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ آج کل اگر کسی مرد سے کہا جائے کہ تم بھی گھر کے کاموں میں دلچسپی لو، تم بھی اپنی عورت کے ساتھ مدد کرو، اس پر بے وجہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ خود شوق سے خدمت کرتی ہے تو بیشک کرواؤ خدمت، لیکن وقت بے وقت بیمار دیکھ کر اور مصیبت میں دیکھ کر بھی اس کو خدمت پر مجبور کرنا یہ سنت نبوی کے خلاف ہے۔ تو ایسا مرد بعض دفعہ یہ کہتا ہے کہ جی وہ اور وقت تھے، ہم تو بڑے مصروف ہیں، اس مصروف زندگی میں بھلا ہو سکتا ہے کہ ہم باہر بھی کام کریں اور اندر آکر بھی عورت کی مدد کریں۔ وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ ساری دنیا میں جب سے انسان بنا ہے اور جب تک رہے گا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے زیادہ مصروف کوئی انسان نہیں تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اتنا حیرت انگیز ہے آپ کا مصروف الاوقات ہونا کہ خود یہ اپنی ذات میں ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ سارا دن تجھ پر اتنے کام ہیں، اتنے بوجھ ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ تو ہر وقت ہماری یاد میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی ان کاموں کی وجہ سے الگ نہیں ہو سکتا اس لئے اے میرے! بندے رات کو اٹھ کر مجھ سے ملا کر، رات کو اٹھ کر عبادت کیا کر۔ اس سے زیادہ قطعی

گواہی کسی کے مصروف الاوقات ہونے کی نہیں ہوسکتی اور آپؐ روزمرہ کے گھر کے کاموں میں عورتوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ کیا اس سے بہتر کام کرنے کا موقع آپؐ کے پاس نہیں تھا، یقیناً تھا بے انتہا کام تھے آپؐ کو۔ ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا اور پھر قیامت تک کے لئے اور پھر ایسے دشمنوں میں گھرا ہونا' ادنیٰ سے ادنیٰ خادم کی پرواہ اور اس کے دکھ دور کرنے کی فکر اور دعائیں صرف ان لوگوں کے لئے نہیں جو زندہ ہیں۔ نسلاً بعد نسلٍ آنے والوں کے لئے بھی دعائیں اور فوت شدگان کے لئے بھی دعائیں اور دعائیں وہ جن کا آغاز انسانیت سے بھی تعلق ہے اور انجام انسانیت سے بھی تعلق ہے۔ بے شمار مسائل جن کا سامنا کرنا پڑتا تھا، بے شمار تعلیمات تھیں ہر زندگی کی دلچسپی کے موضوع پر آنحضرت ﷺ نے تعلیم دینی تھی اور پھر اس تعلیم کی حکمت سمجھانی تھی۔ کتنے بڑے کام تھے! ایک ایسا مصروف الاوقات گھر میں بیٹھا اپنی جوتی کو بھی پیوند لگا رہا ہے، اپنے پھٹے ہوئے کپڑے بھی سی رہا ہے، کھانے پکانے میں چیزیں پکڑا رہا ہے اپنی بیوی کو اور اس کی مدد کر رہا ہے، ٹوٹے ہوئے برتن جوڑ رہا ہے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو جائے کسی دوسری بیوی کی۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ نمونہ کیوں نہیں پکڑتے لوگ اپنے گھروں میں۔

اس قسم کے مرد اگر آج کے معاشرے میں پیدا ہوں تو بہت سی خرابیاں جو بعد میں دوسروں کی طرف سے رونما ہونے لگتی ہیں۔ بیویوں کی طرف سے یا بچوں کی طرف سے یا دوسرے ملنے جلنے والوں یا گھر والوں کی طرف سے ان کا آغاز ہی نہ ہو، بنے ہی نہ بیماریاں شروع میں۔ مرد کو خدا نے قوام بنایا ہے اگر مرد اچھا نمونہ گھر میں دکھائے اور اس نمونے کو جاری کرے تو لازماً اس کے نتیجہ میں بہت ہی زیادہ حسین معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت بیماری کے متعلق بھی ملتی ہے۔ آپ ایک دفعہ بیمار ہوئیں۔ شدید سر میں درد تھی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو آپؓ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہؐ میرے سر میں تو سخت سر درد ہے، آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں انشاء اللہ آرام ہو جائے گا (مسند احمد کتاب باقی مسند الانصار حدیث نمبر ۲۴۶۵۸) سے' پیار سے اس بات کا اظہار کیا۔ وہ زمانہ ایسا تو نہیں تھا کہ بنی بنائیاں دوائیاں گھر میں موجود ہوں کہ فوراً ایک ٹکیہ کھلائی اور سر درد دور ہو گئی لیکن آنحضرت ﷺ کا یہ فقرہ ہی دراصل شفا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے اگلے حصہ سے ہی پتہ چل رہا ہے کہ

آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات دعا بن جایا کرتی تھی۔ تو آپ نے تو پیار اور دعا کے رنگ میں فرمایا انشاء اللہ آرام ہو جائے گا، حضرت عائشہ کی معلوم ہوتا ہے اس وقت سر درد ہٹ گئی ہوگی کیونکہ اگلی بات سے لگتا ہے کہ سر درد والا تو ایسی بات نہیں کرتا، پھر فوراً بولیں کہ آپؐ کو کیا ہے میں مرجاؤں گی تو آپؐ کوئی اور شادی کرلیں گے یعنی فکر یہ پڑ گئی کہ میرے بعد آنحضرت ﷺ کوئی اور عورت گھر میں نہ لے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا! عائشہ نہیں میں فوت ہو جاؤں گا اور تم زندہ رہو گی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ساری عمر پچھتاتی رہیں اس بات کے اوپر۔ ہمیشہ فرمایا کرتیں تھیں کہ مجھے شدید دکھ ہے کہ میں نے اس وقت یہ کیا بات کہہ دی تھی آپ جانتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ آپ جان گئی تھیں کہ جو کلمہ اس وقت آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکل رہا تھا وہ دعا بن رہا تھا۔ آپ کو جو بعد کی لمبی تنہائی کی زندگی برداشت کرنی پڑی، لمبی جدائی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی دیکھنی پڑی اس وقت آپ کو پتہ لگا کہ آپؐ کے بغیر جینا کیا جینا ہوا کرتا ہے۔ اس وقت آپ پچھتاتی تھیں کہ کاش میں نے یہ نہ کہا ہوتا اور میں ہی آپؐ کی زندگی میں فوت ہو جاتی۔ یہ تھا معاشرہ جو اس وقت وجود میں آرہا تھا۔ ایک چھوٹی عمر کی لڑکی ہے، ایک بہت بڑی عمر کے مرد سے شادی ہوتی ہے لیکن اتنا حسین سلوک تھا ،اس قدر ترحم تھا، اس قدر لطف تھا' ایسی شفقت تھی آپ کی طبیعت میں کہ وہ چھوٹی سی عمر کی لڑکی اس قدر محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ شاید ہی دنیا میں ایسی مثال ہو کہ کسی بیوی کو اپنے خاوند سے ایسی محبت ہوئی ہو۔

طعن و تشنیع کا ذکر چلا تھا، بہت سے ہمارے گھر تباہ ہوئے ہیں بے وجہ طعن و تشنیع کی وجہ سے۔ جیسا کہ میں نے بعض مثالیں پیش کیں تھیں۔ طعن و تشنیع کو آنحضرت ﷺ بالکل پسند نہیں فرماتے تھے اور آپؐ کے لئے تو سوال ہی نہیں تھا کہ کسی قسم کے طعنے دیں کسی کو۔ یہ تو حضور اکرم ﷺ کی ذات کیا آپؐ کے صحابہ کی ذات سے بھی بہت ہی گری ہوئی بات تھی۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ دشمن طعنے دیا کرتے تھے، کافر مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے۔ کہیں قرآن کریم میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ مسلمان کافروں کو طعنے دیتے تھے اس لئے طعن و تشنیع سے اجتناب بہت ہی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ تو اتنا ناپسند فرماتے تھے کہ ایک موقع پر فرمایا کہ طعنہ زنی کرنے والا، دوسرے پر لعنت کرنے والا، فحش کلامی کرنے والا، یا وہ گو اور زبان دراز ایسا شخص مومن نہیں ہو سکتا اور جو مرضی

ہو۔(ترمذی کتاب البر والصلہ حدیث نمبر: ۱۹۰۰)

یہ توقعات تھیں آنحضرت ﷺ کی اپنے ایمان لانے والوں پر اور آج کل ہر گھر ان باتوں کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے۔اچھے گھروں میں کم طعنہ زنی ہے۔ برے گھروں میں بہت زیادہ ہے۔ غیروں میں بہت ہی شدت سے پائی جاتی ہے لیکن احمدی گھروں میں بھی موجود ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ آج احمدی گھر طعنہ زنی سے پاک ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے نتیجہ میں طعنہ زنی کی جاتی ہے جس سے سارا معاشرہ تلخ ہو جاتا ہے۔

جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات بظاہر چھوٹی ہے لیکن اگر سمندر میں بھی ڈالی جاتی تو اس پر غالب آجاتی۔ یہ بات محض ایک بلاغت کا اظہار نہیں ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ معاشرہ کے بھی سمندر ہوا کرتے ہیں اور معاشروں کے سمندر کا رنگ بدلنے میں سب سے بڑا کام طعنہ کرتا ہے۔ معاشرہ کے سمندر کا مزاج کڑوا کرنے میں سب سے زیادہ ذمہ دار طعنہ ہوا کرتا ہے۔بعض قسم کے جو طعنے عام ہمارے گھروں میں رواج پکڑ جاتے ہیں ان میں سے بعضوں کو قد چھوٹے کا طعنہ، بیماری کا طعنہ،کوئی ذات پات کا طعنہ، یہ طعنہ کہ اپنے گھر سے تم لے کے کیا آئی تھی؟ یا یہ طعنہ کہ اپنے گھر میں تو میں نعم و ناز میں پلا کرتی تھی، میں کس اجاڑ گھر میں آ گئی یہاں تو یہ بھی نہیں ملتا اور وہ بھی نہیں ملتا۔ یہ وہ طعنے ہیں جو روزمرہ کی زندگی میں داخل ہوئے ہوئے ہیں۔ الا ماشاء اللہ اکثر گھروں میں کسی نہ کسی شکل میں یہ طعنے پائے جاتے ہیں۔جہیز کا طعنہ یا بری کا طعنہ یا خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض ابتلاء ہیں ان کے اوپر بھی طعنہ زنی سے باز نہ آنا۔ مثلاً اولاد کا طعنہ دیا جاتا ہے عورتوں کو کہ اس کے تو اولاد پیدا نہیں ہوتی اور زندگی تلخ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ تو بیچاری عورتوں کی زندگی بیٹا نہ ہونے کے اوپر طعنوں کے ذریعہ تلخ کر دی جاتی ہے۔چھلنی کر دیا جاتا ہے ان کو۔ بعض مرد ایسے ہوتے ہیں حیرت ہوتی ہے ان کے اوپر ان کو کس طرح پتہ چلا کہ قصور بیوی کا ہے، ہو سکتا ہے مرد کا قصور ہو کہ بیٹی پیدا ہوتی ہے اور بیٹا پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن مجھے علم ہے چونکہ ساری دنیا کی جماعت مجھ سے تو کچھ بھی نہیں چھپاتی۔ سارے حالات جو گھروں میں گزرتے ہیں وہ مجھے لکھتے رہتے ہیں بے تکلف۔ جس طرح اپنے ماں باپ کو انسان بات لکھتا ہے اس طرح ساری دنیا میں جو کچھ گزر رہی ہے اس کی تصویر میرے سامنے روز بنتی

چلی جاتی ہے۔ تو بعض عورتیں مردوں کے متعلق لکھتی ہیں کہ ہمارے بیٹی پیدا ہوئی ہے، تین بیٹیاں ہو گئیں، چار ہو گئیں اور وہ ہماری جان کھا رہا ہے کہتا ہے کہ میں اور شادی کروں گا، میں تمہیں طلاق دے دوں گا، میں یہ کروں گا میں وہ کروں گا تمہارے بیٹا کیوں نہیں پیدا ہوتا۔ ایک صورت میں تو ایک عورت نے یہاں تک لکھا کہ مجھے شدید مارا، بیٹی پیدا ہونے کے بعد کہ منحوس عورت تم ایک اور بیٹی لے آئی ہو اگر یہ درست ہے، اللہ بہتر جانتا ہے کہ درست ہے یا غلط لیکن اگر یہ واقعہ کہیں ہوا ہے تو بہت ہی قابل مذمت بہت ہی قابل شرم انسان، انسان کو تو یہ طعنہ دے مگر یہ تو خدا کو طعنہ دینے والی بات ہے کیونکہ یہ چیزیں تو اپنے اختیار میں نہیں ہیں لیکن بعض بچیاں ایسی ہیں جن کی اولاد نہیں ہو رہی اور اس کے نتیجہ میں مسلسل ان کی زندگی عذاب میں مبتلا کی گئی ہے، وہ اپنے خطوں میں صرف یہ نہیں لکھتیں کہ ہمیں بچے کی خواہش ہے۔ کہتی ہیں ہماری ساس، ہمارے سسر، ہمارے گھر کے ماحول، ہمارے رشتہ دار اس طرح ہم سے سلوک کرتے ہیں جس طرح ہم اچھوت ہیں، جس طرح ایک ناجائز زندگی بسر کر رہے ہیں اس گھر میں، ہمارا حق ہی کوئی نہیں وہاں کیونکہ ہمارے بچہ نہیں پیدا ہوتا اور خاوند نرم ہونے کے باوجود مجبور ہوتا چلا جا رہا ہے دن بدن اس کے بھی اعصاب ٹوٹ رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جس طرح دونوں جرم کر رہے ہیں، ان کی زندگی جرم بن گئی ہے۔ حالانکہ اولاد فی ذاتہٖ اس کی خواہش خواہ کتنی بھی ہو کوئی ایسی چیز نہیں کہ اولاد برائے اولاد طلب کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس موضوع پر متعدد مرتبہ جماعت کو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ دو تین نمونے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اولاد کو فی الحقیقت انسانی زندگی میں کیا اہمیت حاصل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اکثر لوگ مجھے گھبرا کر خط لکھتے رہتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ میری اولاد ہو۔ اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مرجانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطہ خدا تعالیٰ کا شریک بن جاتی ہے۔ بعض لوگ اولاد کے سبب سے دہریہ ملحد اور بے ایمان بن جاتے ہیں، بعضوں کے بیٹے عیسائی بن جاتے ہیں تو وہ بھی اولاد کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں۔ بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں تو وہ

ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں۔اولاد تو بہت بڑا ابتلاء ہے‘‘(ملفوظات جلد ۵ صفحہ:۴۱۵)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’دین کی جڑ اس میں ہے کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو در اصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے۔ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں‘‘(ملفوظات جلد ۵ صفحہ:۴۱۹)

اس کو ایمان کہتے ہیں ایک طرف وہ حال ہے کہ اولاد کی محبت میں لوگ دہریہ ہو رہے ہیں یا خدا نے بیٹا دیا اور واپس لے لیا تو ساری زندگی اس شک میں مبتلا رہے کہ خدا تھا بھی کہ نہیں تھا یا اگر تھا تو ظالم خدا تو نہیں تھا جس نے ایک بیٹا دیا اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ ہمارا حال کیا ہوگا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے مقابل پر یہ تعلق رکھتے ہیں اپنے رب سے فرماتے ہیں کہ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں۔اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’پس وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (الکھف:۸۳) ان کا والد صالح تھا، یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کیسے تھے پس اس مقصد کو حاصل کرو۔اولاد کے لئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔اگر وہ دین اور دیانت سے باہر چلے جاویں پھر کیا؟ اس قسم کے امور اکثر لوگوں کو پیش آجاتے ہیں۔بد دیانتی خواہ تجارت کے ذریعہ ہو یا رشوت کے ذریعہ یا زراعت

کے ذریعہ جس میں حقوق شرکاء کو تلف کیا جاتا ہے۔
اس کی وجہ یہی میری سمجھ میں آتی ہے کہ اولاد کے لئے خواہش ہوتی ہے۔''

یہ نکتہ کی بات ہے کہ بہت ساری بددیانتیاں انسان اپنی زندگی میں اس لئے کر رہا ہوتا ہے کہ اولاد کی غلط محبت ہوتی ہے اور اس کو پتہ ہی نہیں کہ میں کیسی محبت کر رہا ہوں۔ یہ جو نکتہ ہے ایک بہت ہی باریک ذہن اس نکتہ کو اخذ کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذہنی افتاد کا‘ آپ کی طرز فکر کی لطافت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ روزمرہ کی زندگی میں جو رشوتیں لی جارہی ہیں، ہر قسم کی حرام خوری ہو رہی ہے، لوگوں کے مال ضبط کئے جارہے ہیں اس کی کنہ میں ایک اولاد کی محبت کا ہے۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اولاد کے لئے اتنی چیزیں چھوڑ جائیں پیچھے، اتنا کچھ اکٹھا کر لیں۔ تو جس اولاد کی تمنا خود گناہ میں مبتلا کر رہی ہے اس اولاد کے ہونے یا نہ ہونے سے پھر کیا فرق پڑتا ہے؟ یہی فرق پڑ سکتا ہے کہ اولاد نہ ہوتی تو اس کے لئے بہتر تھا۔ یہ ہے وہ باریک نتیجہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نکال رہے ہیں فرماتے ہیں۔

''کیونکہ بعض اوقات صاحب جائیداد لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ کوئی اولاد ہو جاوے جو اس جائیداد کی وارث ہوتا کہ غیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جاوے مگر وہ نہیں جانتے کہ جب مر گئے تو شرکاء کون اور اولاد کون سب ہی تیرے لئے تو غیر ہیں اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادم دین ہووے۔'' (ملفوظات جلد ۴ صفحہ: ۴۴۴)

پس اگر اولاد کے لئے خواہش اس غرض سے ہو کہ وہ خادم دین ہووے تو اولاد نہ ہونے کے نتیجہ میں انسان خود بھی خادم دین نہ رہے بلکہ کہیں کا نہ رہے یہ کون سی عقل کی بات ہے۔ اولاد کی تمنا کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ نیک اولاد ہو اور اگر نیک اولاد نہیں تو نہ ہو، یہ نتیجہ نکل رہا ہے اور یہ پہلو اکثر اولاد کی تمنا کرنے والوں کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اولاد کے ابتلاء میں مبتلا ہو کر اپنے ایمان کو بھی کھو دیتے ہیں۔

پس یہ طعنہ کہ اولاد نہیں ہے اس ضمن میں چونکہ ایک بڑی اہم بات تھی کہنے والی اس لئے

تھوڑا سا گریز کیا ہے میں نے اصل مضمون سے، کہہ میں یہ رہا تھا کہ اولاد کا طعنہ بھی ہمارے معاشرہ میں روزمرہ کا طعنہ ہے۔ لڑکا نہ ہونا یا کوئی بچہ ہی نہ ہونا یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے ایسے طعنوں سے بھی گریز کرنا چاہئے اور بے وجہ ایسے لوگوں کی زندگیاں کیوں برباد کرتے ہیں جن کے بس میں کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

چونکہ اب دیر ہو رہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ گھنٹہ سے کم خطبہ ہونا چاہئے اس سے تھوڑا سا وقت تجاوز ہی کر گیا ہے اس لئے انشاء اللہ باقی مضمون آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔

بہت ہی تکلیف دہ باتیں ہیں میرے لئے کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے روزمرہ میرے علم میں یہ باتیں آتی ہیں اور جب میں ذکر کرتا ہوں خطبات میں بعض ایسی باتوں کا تو بعض لوگ یہ غلط ردعمل دکھاتے ہیں یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ حضرت صاحب کو خط ہی نہ لکھا کرو ایسے۔ یہاں لندن میں کچھ دن ہوئے تقریب ہوئی تھی عورتوں میں خاتون نے اپنی طرف سے مجھ سے محبت کا اظہار کیا۔ بڑی بے وقوف ہو تم عورتو! چھوٹی چھوٹی باتیں لکھ دیتی ہو، وہاں تکلیف پہنچاتی ہو۔ یہ تکلیف میرا حق ہے اور آپ کا فرض ہے کہ مجھے یہ تکلیف پہنچائیں کیونکہ میں جوابدہ ہوں جماعت کی حالت سے بے خبر رہ کر جو سکون ہے وہ مجھے نہیں چاہئے۔ مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ جماعت پر کیا گزر رہی ہے اور کس حالت میں سے گزر رہی ہے اور کس طرف اس کا رخ ہے اس لئے ہرگز اس بات سے نہ رکیں چاہے کوئی آپ کو کیسی نصیحت کرے کہ ان باتوں کو مجھ سے چھپانے لگ جائیں۔ مجھے پتہ نہیں چلے گا تو میں کیسے اصلاح کی کوشش کروں گا۔ مجھے پتہ نہیں چلے گا تو میں ان فرائض کو کیسے ادا کرنے کی کوشش کروں گا جو خدا تعالیٰ نے میرے ذمہ ڈالے ہیں اس لئے بے تکلف ہو کر یہ تکلیف پہنچائیں، بے تکلف ہو کر کیا! آپ کے لئے لازم ہے فرض ہے آپ کے اوپر کہ جو بھی ایسی باتیں معاشرہ میں ملتی ہیں جو قرآن اور سنت کے خلاف ہیں جو ہمارے معاشرہ کو دکھ پہنچا رہی ہیں وہ ساری باتیں، وہ سارے دکھ میرے دل میں منتقل کیا کریں۔ جتنا زیادہ یہ دکھ پہنچے گا اتنا ہی زیادہ مجھے دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی، اتنی ہی زیادہ مجھے اصلاح کی طرف توجہ ہوگی اس لئے وہ بات جب ان کی سنی تو یہ مصرعہ میرے ذہن میں آ گیا۔

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

بالکل پرواہ نہ کرو اس بات کی کہ مجھے کیا ہوتا ہے کیونکہ مجھے کچھ ہوگا تو جماعت کو فائدہ پہنچے گا۔ میں ہی تسکین میں بیٹھا رہوں گا تو تمہاری بیماری کا کیا بنے گا۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے اسپرینیں دے دے کر بعض دردوں کو دبا دیا جاتا ہے اور بیماری اپنی جگہ پنپتی رہتی ہے۔ ایسے سکون کی نہ آپ کو ضرورت ہے نہ مجھے ضرورت ہے۔

پس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ ہمیں اصلاح معاشرہ کی توفیق بخشے کیونکہ اصلاحِ معاشرہ کے بغیر حقیقت میں اسلام کا غلبہ دنیا پر نہیں ہوسکتا۔ بہت سی وجوہات ہیں اس کی، اس کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جاسکتا وقت پہلے ہی زیادہ ہو چکا ہے لیکن میں آپکو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ محبت ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آجائے، اگر دلی تمنا ہے، اگر آپ اس آرزو میں جیتے ہیں کہ کسی طرح ساری دنیا پر دین محمد مصطفیٰ ﷺ غالب آجائے تو یاد رکھیں اور اس بات کو کبھی نہ بھلائیں کہ اصلاح معاشرہ کے بغیر یہ بات نہیں ہوگی۔ آپ کو لازماً معاشرہ کی اصلاح کرنی پڑے گی تب آپ حقدار بنیں گے کہ ساری دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچائیں۔